قاسم نانوتوی دیوبندی کی
مستدل روایت کا رد بلیغ

منیر العباس

علي رد الکتاب

تحزیر الناس

کاوش

علامہ منیر عباس چشتی

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ، وَصَلٰوۃٌ وَسَلَامٌ عَلٰی مَنْ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ۔ یہ مقدمہ اس خاص اور سنگین معاملے کی طرف متوجہ کرتا ہے جس میں ایک شاذّ اور غیر معتبر روایت کی بنیاد پر یہ ادعا کیا گیا کہ سات زمینوں میں سات نبی ہیں——ایک وہم جو صریحِ قرآن وسنت اور امتِ مسلمہ کے اجماع کے منافی ہے۔ آئندہ ابواب میں ہم اس روایت کی اِسناد و متن کا مفصل تحقیقی تجزیہ کریں گے، مگر مقدمے کے طور پر چند روشن اور غیر متنازع اصول عرض کرنا ضروری ہے۔

سب سے پہلے قرآنِ کریم کا واضح فرمان بیان کرتا ہے کہ نبوتِ محمدی کا خاتمہ قطعی و نصّی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ»(الأحزاب:40)——یہ» آیت صریح طور پر اعلانِ ختمِ نبوت ہے اور اس پر امت کا اجماع قائم ہے۔ حدیثِ نبوی میں بھی خلاصۂ ارشادِ رسولِ اکرم ﷺ ملتا ہے: "أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ" اور ارشاداتِ متواترہ و مشہورہ میں بھی یہی حقیقت روشن ہے کہ نبوت کا دوران کے بعد قطعاً منحصر نہیں۔ (یہ نکتے آئندہ ابواب میں تفصیلاً ادلّہ کے ساتھ پیش کیے جائیں گے۔)

علمی نقطۂ نظر سے جائزہ لیا جائے تو محدثین کے ضوابط یہ حکم دیتے ہیں کہ اگر کوئی خبر یا روایت صریح نصوصِ قطعیہ یا اجماع کے خلاف ہو تو اس روایت کی حجت نہیں۔ اگر روایت تفرد بالروایۃ ہو، یا اس کی اِسناد میں انقطاع، ضعفِ راوی یا تدلیس جیسی خامیاں ہوں، تو وہ روایت قابلِ اعتماد نہیں رہی۔ اس مبنی پر وہ روایت جسے قاسم نانوتوی نے بنیادِ بحث بنایا، شاذّ اور سنداً کمزور معلوم ہوتی ہے اور متناً وہ صریحِ قرآن و سنت سے ٹکراتی ہے — لہٰذا اصولِ ادبِ حدیث کے مطابق ایسی روایت کو بنیادِ عقیدہ یا نظریہ بنانے کی کسی علمی جواز نہیں۔

مزید یہ کہ عقیدۂ ختمِ نبوت صرف ایک نصّی مسلک نہیں بلکہ امتِ مسلمہ کا اجماعِ امت بھی ہے؛ کسی ایک یا چند ضعیف روایات کے ذریعے اجماع کو معارض ثابت کرنا علمی و شرعی لحاظ سے ناجائز اور خطرناک ہے۔ امامِ اصولیّن و محدثین نے اس بات کی تاکید کی ہے کہ نصوصِ قطعیہ اور اجماعی دلائل کے مقابل کمزور آیت یا خبر کو ترجیح نہیں دی جاتی — اس لیے "سات زمینوں میں سات نبی" کی مانند دعویٰ بذاتِ خود مردود ہے۔

علمی رد کے چند نکاتِ خلاصہ:

یہ روایت شاذّ ہے اور اس کی اسناد میں قوتِ وثاقت نہیں؛

قرآن کے خلاف کوئی روایت قبول نہ کی جائے گی۔

اصولِ علمِ حدیث اور قواعدِ اجماع کے مطابق ایسی روایت کو عقیدہ یا فکری بنیاد میں جگہ نہیں دی جا سکتی؛

جو حضرات اس طرح کی روایات کو بنیاد بنا کر امتِ مسلمہ کے بنیادی عقائد پر شکوک و شبہات برقرار کرتے ہیں، ان کے علمی دلائل نہ ہونے کے برابر ہیں اور ان کا طرزِ عمل امت کی وحدت اور ایمان کے لیے نقصانِ عظیم ہے۔

یہ مقدمہ محض اشارہ اور رہنمائی ہے: آگے آنے والے ابواب میں ہر وہ روایت جسے

تحزیر الناس یا دیگر متون نے حوالہ بنایا ہے، اُس کی اِسناد کا مفصل تجزیہ، راویوں کا مرتبہ (جرح وتعدیل)، متن کا مطالعہ اور قرائنِ زمانی وتاریخی کے مطابق رد یا قبول پیش کیا جائے گا۔ ہم ثابت کریں گے کہ موجودہ دعوے نہ صرف سنداً کمزور ہیں بلکہ متناً بھی نصوصِ قطعیہ کے مقابل ناقابلِ قبول ہیں، اور اس بنیاد پر ان سے کوئی شرعی یا عقیدتی نتیجہ اخذ کرنا غلط و مرفوض ہے۔

:اختتامی نصیحتِ علمی و دعوتِ فکر (خاص طور پر مخلص دیوبندی علماء و عوام کے لیے)

ہم دیوبند کے وابستگان، علماء اور عوامِ

کو مخاطب کرتے ہیں کہ اس معاملے کو تعصب و شخصیت پرستی کے پردے سے نکل

کر کھلے علمی دائروں میں غور و فکر کریں۔ دینِ اسلام میں بحث و تحقیق کا ادبی طریقِ کار موجود ہے — نصوص کی مرجعیت، اسناد کا محتاط جائزہ، اجماع و نصوصِ قطعیہ کی وقعت اور فقہی اصولِ عقل و نقل کے مطابق فیصلہ کیا جاتا ہے۔ آخرت کی حقیقت اور موت کی قطعیّت کو سامنے رکھ کر حق بات تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ اللہ سب کو توفیق دے امین۔

یاد رکھئے: مرنا تو ہے — اس دنیا کا ہر دعویٰ اور موقف ایک دن اللہ کے حضور جواب طلب ہو گا۔ اس لیے دعا اور نصیحت کے ساتھ عرض ہے کہ تعصب، شخصیت پرستی اور تیز رائے بازی چھوڑ کر علمی اصولوں کے مطابق حق کو تلاش کریں تا کہ امت میں وہ وحدت بحال ہو جو قرآن و سنت اور اجماعِ امت نے حکم دی ہے۔ اس موضوع پر سنجیدہ اور دیانت دارانہ تحقیق کریں، اور جہاں اپنے کیے کی خطا نظر آئے فوراً توبہ و اصلاح اختیار کریں — یہی فلاحِ دینی اور دنیاوی کا راستہ ہے۔

واللہ الموفّق والمعین۔

حدیث شاذ کی تعریف

البتہ ایک بات واضح کردوں عام عوام کے لیے کہ جو اسے صحیح قرار دیتے ہیں وہ بھی اس کے شاذ کہتے ہیں تو شاذ کی وضاحت تحریر کردوں۔

حدیث شاذ سے مراد وہ حدیث ہے جس میں کوئی ثقہ راوی، اپنے سے زیادہ ثقہ راویوں کے بیان کے خلاف روایت بیان کرے۔ اسے "منکر" حدیث سے اس لیے الگ کیا جاتا ہے کہ منکر حدیث کا راوی ضعیف ہوتا ہے، جبکہ شاذ حدیث کا راوی ثقہ ہوتا ہے، لیکن اس کی روایت دیگر ثقہ راویوں کی روایت کے خلاف ہوتی ہے تو جناب شاذ بھی ہوتی مردود ہے یعنی رد شدہ بلکہ اسلاف نے تو بے حد کتب تحریر کی ہے اس ایک فن پر تو یعنی یہ ایک مستقل فن ہے دیوبندی حضرت کے ہی ایک بزرگ ہوئے ہیں انہوں نے یہ قول لکھا ہے ابن حجر العسقلانی وغیرہما کا کہ :

لکل فن رجال

ہر فن کے اپنے اپنے لوگ ہیں

اور جب کوئی ایسا بندہ ایسے فن میں اجائے کہ جسکا اسے علم نہیں وہ عجائب و غرائب ہی لاتا ہے تو یہ جو دیوبندی ہیں ان پر یہ قول صادق اتا ہے

روایت مذکورہ پر کلام

فهذا أثر منكر، رواه ابن أبي حاتم في تفسيره (10 / 3361 / 18918) والحاكم في مستدركه، وصححه (2 / 535 / 3822) وعنه البيهقي في الأسماء والصفات (2 /370) من طريق شريك، عن عطاء بن السائب، عن أبي الضحى، عن ابن عباس رضي الله عنهما أنه قال: الله الذي خلق سبع سماوات ومن الأرض مثلهن. قال: سبع أرضين في كل أرض نبي كنبيكم، وآدم كآدم، ونوح كنوح، وإبراهيم كإبراهيم، وعيسى كعيسى.

یہ منکر حدیث ہے۔اسے ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر (18918/3361/10) میں اور الحاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے اور اس نے اسے (3822/535/2) صحیح قرار دیا ہے۔ بیہقی نے ان سے اسماء والصفات (370/2) میں شریک سے اور وہ عطاء بن السائب سے اور وہ ابوالضحیٰ سے ،اور وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں سے راضی ہو،اس نے فرمایا: وہ ہے جس نے سات زمینوں کو پیدا کیا اور وہ ان میں سے ایک ہے۔ فرمایا: سات زمینیں، ہر زمین میں تیرے نبی کی طرح ایک نبی، آدم جیسا آدم، نوح جیسا نوح، ابراہیم جیسا ابراہیم اور عیسیٰ جیسا عیسیٰ۔

ثم رواه البيهقي من طريق شعبة، عن عمرو بن مرة، عن أبي الضحى، به، بلفظ: في كل أرض نحو إبراهيم عليه السلام. وقال: إسناد هذا عن ابن عباس رضي الله عنهما صحيح، وهو شاذ بمرة، لا أعلم لأبي الضحى عليه متابعا اهـ.

پھر اس کو بیہقی نے شعبہ کی طریق یعنی سند سے روایت کیا وہ عمرو بن مرہ سے وہ ابی ضحی سے اس لفظ کے ساتھ کہ ہر زمیں میں سیدنا ابراھیم علیہ السلام کی ماند مثل ہوتا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اتی ہے اور صحیح ہے لیکن دوسرے مرتبہ کہا ہے کہ یہ شاذ ہے اور میں نہیں جانتا کہ ابو ضحی پر کوئی تابع ہو

ونقل ابن كثير كلام البيهقي، وأقره (تفسير ابن كثير 4 / 386) وقال في موضع آخر: هو محمول إن صح نقله عنه على أنه أخذه ابن عباس رضي الله عنه عن الإسرائيليات (البداية والنهاية 1 / 22).

ابن کثیر نے بیہقی کے کلام نقل کیا ہے اور اسکا اقرار بھی کیا ہے اپنی (تفسیر ابن کثیر 386/4)۔ایک اور جگہ فرمایا: اور اگر وہ نقل ہوا ان سے صحیح سند سے تو پھر وہ معلوم کی جائے گی اس پر کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسے بنی اسرائیل کی روایتوں سے لیا ہے

وقال الخلال: أخبرني أحمد بن أصرم المزني أن أبا عبد الله ـ يعني الإمام أحمد ـ سئل عن هذا الحديث، فقال: هذا رواه شعبة، عن عمرو بن مرة، عن أبي الضحى، عن ابن عباس، لا يذكر هذا، إنما يقول: "يتنزل العلم والأمر بينهن". وعطاء بن السائب اختلط، وأنكر أبو عبد الله الحديث. وعن قتادة قال: في كل سماء وكل أرض خلق من خلقه، وأمر من أمره، وقضاء من قضائه. (المنتخب من العلل للخلال 58، منهج الإمام أحمد في إعلال الأحاديث 1 /412).

الخلال نے کہا مجھے احمد بن اصرم المزانی نے بیان کیا کہ ابو عبداللہ یعنی امام احمد سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: اسے شعبہ نے عمرو بن مرہ سے اور وہ ابوالضحی سے اور وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ انہوں نے اس کا ذکر نہیں کیا، بلکہ وہ کہتا ہے: "ان کے درمیان علم اور حکم اترتے ہیں۔" جو عطاء بن السائب ہے یہ اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔ اور ابو عبداللہ نے اس حدیث کا انکار کر دیا اور قتادہ کی سند سے فرمایا: ہر آسمان اور ہر زمین میں اس کی مخلوق سے ایک مخلوق ہے، اس کے حکم سے ایک حکم ہے اور اس کے فرمان سے ایک حکم ہے۔

وقال أبو حيان الأندلسي: هذا حديث لا شك في وضعه (تفسير البحر المحيط 8 / 283).

ابو حیان الاندلسی نے کہا کہ یہ جو حدیث ہے اس کے من گھڑت ہونے میں ذرا برابر بھی شک نہیں۔

وذكره السيوطي في مبحث الشاذ ـ وهو نوع من الضعيف ـ من طريق الحاكم، ونقل تصحيحه، ثم قال: لم أزل أتعجب من تصحيح الحاكم له حتى رأيت البيهقي قال: إسناده صحيح ولكنه شاذ بمرة (تدريب الراوي 1 / 233، وانظر توجيه النظر إلى أصول الأثر لطاهر الجزائري ص 512).

سیوطی نے اسے شاذ احادیث میں ذکر فرمایا ہے اور وہ در حقیقت ضعیف کی ایک نوع کیٹگری میں سے ہے جو کہ الحاکم کی سند سے ہے اور امام حاکم نے اسے صحیح بھی قرار دیا تو امام سیوطی کہتے ہیں کہ میں ہمشیہ تعجب کرتا امام حاکم سے اس کو صحیح قرار دینے پر یہاں تک کہ میں نے بیہقی کو دیکھا کہ وہ کہتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے اور دوسری مرتبہ یہ کہ لیکن ہے یہ حدیث شاذ۔ (تدریب الراوی)۔

چلیں ویسے یہ بات پھر سے واضح ہو گئی کہ امام حاکم متساھل ہیں جیسا کہ ائمہ جرح وتعدیل نے کہا ہے اور اس کے علاوہ انکی کتب کی قراءت سے بھی معلوم ہوتا ہے تساھل اسی لیے تو بیہقی نے ایک مقام پر لکھا لیکن پھر واضح بھی کر دیا کہ یہ صحیح ہے لیکن شاذ ہے اور شاذ حدیث دلیل نہیں بنتی اور پھر مسئلہ بھی اصولی ہو یعنی اعتقادی ہو تو اس میں ایسا تساہل کرنا عجیب۔ایک شاذ روایت کو معتبر مانا جارہا ہے اور یہ نظر انداز کیا جارہا کہ یہ روایت سند اور متن کے لحاظ سے درست بھی ہے کہ نہیں۔ پھر اگر ایسے دروازے کھولنے کا ارادہ ہے تو پھر دیگر فرقے بھی اپنی تائید میں ضعیف وموضوع روایات پیش کریں گئے۔